کس لئے؟

از

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی)

سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان بابت ستمبر

بظاہر یہ بات دل کو لگتی بھی ہے، لیکن آپ دیکھ چکے کہ غلط ہی نہیں بلکہ "مذہبی جذبہ" کو بیدار کرکے اس کا الٹا اور قطعاً معکوس استعمال بھی تو وہ ہوتا رہا ہے جس نے دین کی روح کو شرک کے اس قدیم قالب میں گھونٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔

اس کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ انسانیت کے عروج اور ارتقاء کے لئے جو جذبہ اور تقاضا آدمی کی فطرت میں محفوظ کیا گیا تھا، چڑھانا، بلند کرنا اور اتنا بلند کرنا کہ خاکی انسان خالق قدوس کے قدموں تک جس کے دست و بازو کی مدد سے پہونچکر دم لیتا تھا اور لے سکتا تھا اسی کی الٹی اور اوندھی گردش گراتے ہوئے اور ایک درجہ سے اتار کر دوسرے درجہ دوسرے سے تیسرے درجوں پر پٹخنیاں دیتے ہوئے کہاں سے کہاں تک پہونچاتی رہی۔ مخلوقات میں جو سب سے اونچا تھا۔ وہی سب سے نیچے پڑ گیا، سب کی بندگی کا طوق اس کے گلے میں پڑ گیا۔ "قدیم علم الاصنام" یا دیومالا" کا مطالعہ ہی بتا سکتا ہے کہ جن باتوں کو آج ہم سوچ بھی نہیں سکتے، بہ ثبات عقل و ہوش کرنے والے ان کو کیا کرتے رہے آج سن کر بھی جن قصوں کو بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے دیکھنے والے ان کو دیکھتے تھے .... اور دانش خرد کا تقاضا ان کو یقین کرتے تھے آپ مجھ ہی سے سن چکے کہ گبریلے کیڑے تک کی بندگی کا حلقہ کانوں میں ڈالا گیا اور گبریلے ہی کیا کہنے والے نے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ خود گوبر اور اسی قسم کی چیزوں کی عبادت پر اسی آدمی نے فخر کیا اور اپنی آرزوں وتمناؤں کے پورے ہونے کی

امیدیں ان ہی بے حس و بے ارادہ گری پڑی گندی چیزوں کے ساتھ باندھیں اور بات اسی حد پر پہونچ کر ختم نہیں ہوگئی۔ یہ سب چیزیں خدا نہ سہی خدا کی پیدا کی ہوئی تو ہیں، لیکن اس راہ میں گرتے پڑتے لڑکھڑاتے غلا بازیاں کھاتے ہوئے واقعہ یہ ہے کہ انسانیت انحطاط و زوال، تنزل اور پستی کے اس نقطہ تک پہونچی کہ خود اپنے ہاتھوں کے کھودے ہوئے پتھروں کے آگے دیکھا گیا دیکھا جا رہا ہے۔ آنکھیں بند کئے دست بستہ دلوں میں آرزوؤں اور تمناؤں کے ہجوم کو لئے لوگ کھڑے ہیں اور ان کھودے پتھروں میں جنھیں "اصنام" اور "مورتیاں" کہتے ہیں پتھر کے نقش و نگار نہ سہی، خود پتھر تو خدا ہی کے پیدا کئے ہوئے ہوتے ہیں، صورت نہ سہی مادہ تو ان کا خدائی ہے، لیکن ان میں تو ایسوں کو بھی پایا گیا ہے، جو پتھروں کی ان کھودی ہوئی مورتیوں اور بتوں کے پیچھے بے دیکھے بے سنے یہ فرض کر لیا کرتے تھے کہ کوئی ان دیکھی روح پوشیدہ ہے ظاہر ہے کہ یہ "ان دیکھی روح" ان پوجنے والوں کے دماغوں کے سوا اور کہیں نہیں پائی جاتی تھی وہ تو ان کو اپنے آپ سے باہر فرض کرتے تھے، لیکن رہتی تھی وہ ان ہی کے اندر اپنی خیالی قوت سے باہر خود ان کے پیدا کرنے والے بھی ان پوشیدہ روحوں کو نہ پاتے تھے نہ پا سکتے تھے۔ الغرض ان کی خیالی قوت اس ان دیکھی روح کو بھی پیدا کر لیتی تھی اور اسی کے ساتھ یہ بھی فرض کر لیتی تھی کہ پتھر کی کھودی ہوئی کسی مورتی سے اس کا رشتہ ان کی اپنی تجویز اور خواہش کے مطابق قائم ہو جاتا ہے۔ جہاں کہیں جس وقت ان کا جی چاہتا تراشیدہ پتھروں کے کسی ٹکڑے کو اپنی اسی مفروضہ خیالی روح کا نمائندہ فرض کر لیتے تھے۔ مطلب جس کا یہی ہوا کہ خدا ہی کے مخلوقات ہی کا نہیں بلکہ خود اپنے خیالی اور فرضی "مخلوقات" کا بھی آدمی بندہ اور بھکاری بنتا رہا ہے اور اب بھی بنتے ہیں جو اپنے خیال کی پیدا کی ہوئی اس قسم کی مخلوقات کی بندگی و نیازمندی کو اپنا سعادت اور خوش بختی کا سرمایہ بنائے کئے ہوئے ہیں ظاہر ہے ہماری بے دینیاں "دینی جذبہ" کی بیداری ہی کی بدولت تو اس لئے پیدا ہوئیں کہ مذہبی رجحان کے چشمے کا رخ بجائے اوپر کے اس کے بالکل برعکس نیچے کی طرف پھیر کر اس کو چالو کر دیا گیا۔ جو کہ تو یقیناً گھومتا رہا اور پوری قوت سے

گھومتا رہا لیکن بجائے چڑھنے کے "انسانیت" اسی کے ساتھ لپٹی ہوئی گرتی اور نیچے ہی کی طرف ڈھلکتی اور پھسلتی ہی چلی گئی۔

"مذہبی جذبہ" کی یہ بیداری جس میں بجائے چڑھنے کے "آدمی" نیچے ہی گرتا چلا گیا، گرتے ہوئے اپنی تیرہ و تار بھیانک اتھاہ کھائیوں میں پہونچ کر غوطے کھانے لگا، ایسے دل دل میں جاکر دھنس گیا، جس سے نکلنے کی ہر کوشش اُسے دھنساتی ہی چلی گئی، [illegible] رجحانات کے اس جاگ سے یہ کہیں بہتر تھا کہ وہ سلا ہی دئے جاتے، جیسے جدید مشرکانہ مادی ذہنیت میں حیلوں حوالوں اور طرح طرح کے مشغلوں کی تھپکیاں دے دے کر وہ سلا دئے گئے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ سوتوں کو تو جگایا جاسکتا ہے لیکن جاگنے والوں کو جاگنے کا مشورہ کیسے دیا جائے، سچ پوچھئے تو بت پرستی کی قدیم مشرکانہ ذہنیت اپنی اسی خاص صورت حال کی وجہ سے ایک ایسی گتھی بن گئی ہے جو سلجھانے سے اور زیادہ الجھ جاتی ہے مذہبی جذبہ کا یہ چکر اگر گردش میں نہ رہتا اور معطل کرکے اس کو چھوڑ دیا جاتا تو ظاہر ہے کہ خسارے سے تو اس وقت بھی بچنے کی اگرچہ کوئی صورت نہ تھی جس "مشین" کی افادیت چالو کرنے ہی پر موقوف ہو اس کو بند کرکے نقصان کے سوا فائدہ کی بھلا کوئی کیا امید کرسکتا ہے لیکن اسی "مشین" کی الٹی گردش نے تو سارے کارخانہ ہی کو تہ و بالا کرکے رکھ دیا خود اس کی اپنی ہی طاقت سے اسی کا ایک ایک پرزہ ریزہ ریزہ ہو کر رہ گیا ہے، سارے جوڑ بند اس کے کھل گئے، خود مشین کے بھی پرزے اڑ گئے اور اس کی معکوس گردش کی لپیٹ میں جو چیز بھی آئی وہ بھی چور چور ہو کر رہ گئی سب ہی کا بھونسا نکل گیا۔

تفصیل میں میں جانا نہیں چاہتا، لیکن اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ "مخلوق پرستی" کے غلط تجربہ کے پیچھے کون اندازہ کرسکتا ہے۔ کہاں کہاں کتنی انسانی نسلوں کا وقت انرجی، مال، دولت، بلکہ خون تک رائگاں اور برباد ہوا، نہ سوچنے کی اور بات ہے، ورنہ "مخلوق پرستوں میں کسی زمانے میں اس کا شعور اور احساس کہ جن جن چیزوں کو وہ پوجتے ہیں ان کی طرف سے کسی قسم کا کوئی اخلاقی ضابطہ بھی ان پر عائد ہوتا ہے؟ اگر اس سوال کو اٹھایا جائے تو نفی کے سوا مشکل ہی سے

اس کا جواب اثبات میں مل سکتا ہے۔

دیکھنے والے اس سلسلہ میں جو کچھ دیکھتے رہے ہیں زیادہ سے زیادہ لے دے کر بس یہی ہے کہ نذر دنیاز منت اور چڑھاوے کے ناموں سے کچھ پیش کر کے فرض کر لیا جاتا ہے کہ ان کے معبودوں کے مطالبات کی تکمیل کر دی گئی ان کے سوا بھی اپنے پوجنے والوں سے ان کے یہ معبود اور بھی کچھ چاہتے ہیں جہاں تک میرا مطالعہ ہے آج تک اس کا پتہ نہ چل سکا، بلکہ "علم الاصنام" یورپین نقطۂ نظر سے بحث کرنے والے تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ساری اخلاقی کمزوریوں کو ان ہی معبودوں کی طرف منسوب کر کے لوگ ان کے "جواز" ہی کا پہلو پیدا کر رہے ہیں۔ فن فریب سے مثلاً کام لینے والے کہہ دیا کرتے ہیں کہ فلاں دیوتا نے بھی تو فلاں موقعہ پر فریب سے کام لیا تھا اور ایک فریب ہی کیا، شاید ہی کوئی "اخلاقی جرم" ہوگا، یورپ کے ان بحث کاروں کا بیان ہے کہ کسی نہ کسی دیوتا کی طرف اس کو منسوب کر کے "ضمیر کی آواز" کے دبانے کا کام نہیں لیا جا سکتا ہے یا نہیں لیا گیا ہے، یہی تو میں بھی عرض کرتا چلا آرہا ہوں کہ دین ہی کا ڈھانچہ سہی لیکن اندر اس کے بے دینی کے سوا ڈھونڈھنے والوں کو بھی کچھ نہیں ملتا ہے۔

کچھ نہیں تو لوگوں کو اس پر غور کرنا چاہیئے تھا کہ "انسان" اور "انسانی فطرت" کے سارے امکانات کی نشو ونما کو اپنی بحث کا موضوع بنا کر قرآن میں ہر شعبہ پر جاننے والے جانتے ہیں کہ روشنی ڈالی گئی ہے اور جیسا کہ اس "قدرتی کلام" کا قاعدہ ہے کہ اس سلسلہ کے "مہمات" کے متعلق بھی چند جامع ومانع لیکن اعجازی فقروں کو ہی دے کر حکم دیا گیا ہے کہ اسی "قدرتی اجمال" سے تفصیلات پیدا کیے جائیں، یہی حال قدرت کے کاموں کا ہے گویا رنگ اور جو حال "قدرت کے کام" کا ہے کچھ یہی رنگ ڈھنگ اس "قدرتی کلام" یعنی قرآن کا بھی ہے۔[۵۱]

عرض ہی کر چکا ہوں، کہ شرک یا مشرکانہ ذہنیت کا یہ نیا رنگ جو یورپ کی "نشاۃ جدیدہ"

---

[۵۱] تفصیل اس کی مقصود ہو تو خاکسار کا رسالہ "کائنات روحانی" نامی کا مطالعہ کیا جائے ۱۲

میں زیادہ شوخ اور گہرا ہو کر نگاہوں کے آگے نکھر گیا ہے انسانی ذہن کی اس "لغزش" کی طرف بھی قرآن میں اشارے کئے گئے ہیں، لیکن انصاف سے پوچھتا ہوں کہ گھن گرج کا جو ہنگامہ مشرک کے اصنامی نظام کے مقابلہ میں اس کتاب میں پایا جاتا ہے دون اللہ (یعنی اللہ کے سوا) مخلوقات کو "الٰہ" معبود بنانے کے جرم کو جتنی غیر معمولی اہمیت قرآن میں دی گئی ہے، اسی قدیم مشرکانہ طریقہ فکر اور طرز عمل کے سامنے "مستقل محاذ" قائم کر کے، بار بار مختلف پیرایوں میں یہی مضمون اس کتاب میں اول سے آخر تک جس جس طریقہ سے دہرایا گیا ہے کیا کسی دوسرے قرآنی مسئلہ کو ہم اس کی نظیر بنا کر پیش کر سکتے ہیں۔؟

واقعہ یہ ہے کہ لوگ سوچتے نہیں اور سرسری طور پر گذر جاتے ہیں، شاید قرآن کی ایک عادت قرار دے کر آگے نکل جاتے ہیں، لیکن "انسانیت" کو اس عجیب وغریب "طریقۂ فکر" اور "طرز عمل" سے حد سے زیادہ مہیب اور خوفناک نقصانات خاکی زندگی کے اسی عبوری دور میں جو پہونچ چکے ہیں میرا تو خیال ہے کہ وہی ہر اس شخص کو بوکھلا دینے کے لئے کافی ہو سکتے ہیں، جس کے دل میں اپنے ابنائے جنس کا کچھ بھی درد پایا جاتا ہو۔ اور وہی کچھ اندازہ کر سکتا ہے کہ قرآن کی تیوریاں اس فکری وعملی بغاوت کے مقابلہ میں کیوں اتنی غیر معمولی طور پر چڑھی ہوئی ہیں، باقی جن خمیازوں کو آدم کی اولاد اس وقت بھگتے گی، جب فکر وعمل کے نتائج مجسم بن کر سامنے آ جائیں گے، ہم اس وقت اس کے متعلق اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں، جو قرآن ہی میں اطلاع دی گئی ہے یعنی ہر نقصان کی تلافی کی کوئی نہ کوئی شکل زندگی کے اس "دوامی دور" میں بالآخر نکل ہی آئے گی مگر ایک اور صرف یہی، ایک انسانیت سوز جرم ہے جسے "تلافی مافات" کے اس عام قانون سے قرآن نے قطعاً مستثنیٰ کر دیا ہے مشہور آیت ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ	قطعاً اس جرم کو اللہ نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ
بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ	کسی مخلوق کو شریک ٹھہرایا جائے اور بخش
(نساء)	دیگا اسکے سوا جس (جرم) کو چاہے گا ۔

ایک بڑا اہم مسئلہ یعنی عہد جدید کے لادینی رجحانات کے کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ قدیم مخلوق پرستی ہی کی ایک ترمیم یافتہ شکل ہے جو نئے رنگ روپ میں ہمارے سامنے آئی ہے، درمیان میں اسی مسئلہ کا ذکر چھڑ گیا۔ اجمالی اشارے ناکافی تھے اس لئے ذرا طول بیانی سے کام لینا پڑا اور نہ اس وقت تک "خالق و مخلوق" کے متعلق سے دو ہی آئڈیا لوجیاں روحانیت و مادیت آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں، مخلوق سے لاپروائی ہی نہیں بلکہ نفرت اور بیزاری کے شعور کو مسلسل مشتعل رکھتے ہوئے خالق ہی کے گیان دھیان، جپ تپ، ذکر و فکر، طلب و جستجو میں ممکن حد تک زندگی کو بسر کرنے کی کوشش عرض کیا گیا تھا کہ اپنی خاص اصطلاح میں زندگی کے اس طریقہ کا نام میں نے "روحانیت" رکھ لیا ہے قرآن میں "رہبانیت" کے لفظ سے ایسی مسلک کو جہاں تک میرا خیال ہے روشناس کیا گیا ہے۔ ٹھیک اس کے برعکس انسانی زندگی کا وہ قالب جس میں "خالق" کی طرف سے بے اعتنائی و بے نیازی کے رجحانات کو بڑھاتے ہوئے زندگی کی ساری ضرورتوں میں اپنی جد و جہد کد و کاوش کا اساسی محور "مخلوقات" ہی کو ٹھیرا لیا گیا ہو۔ اسی مسلک کا نام میں نے "مادیت" اس لئے رکھ لیا ہے کہ اس طریقہ فکر کے زیر اثر جینے والوں میں اور ان لوگوں کی زندگی میں عملاً بہت کم فرق نظر آتا ہے، جو واقعی فلسفہ والی مادیت کے قائل ہیں یعنی صراحۃً خدا کا انکار کرکے عالم اور عالم میں جو کچھ ہے سب کو اسی "مادہ" سے اگا لینے کی مضحکہ خیز کوشش میں مشغول ہیں، جس میں خود کچھ نہ تھا! نہ زندگی تھی نہ علم تھا، نہ شعور تھا کہتے ہیں کہ اس سے سب کچھ برآمد ہو گیا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ کتابی اور درسی حد تک انکار خدا والی یہ مادیت، فلسفہ مابعد الطبیعات کی ایک پرانی و بقراطیسی دقیانوسی یادگار ہے۔ تعلیم گاہوں میں اب بھی اس کی آواز گشت کسی نہ کسی رنگ میں گونجتی ہی رہتی ہے،

لیکن جہاں تک میں جانتا ہوں اس دماغی مرض نے عام وبائی شکل نہ پہلے کبھی اختیار کی اور نہ آج بھی کہنے والے خواہ کچھ ہی کہتے ہوں لیکن بنی آدم کی اکثریت کی طرف "انکار خدا" والی اس

مادیت کا انتساب افترائی جرأت کے سوا شاید اور کچھ نہیں ہے، بلکہ قصہ وہی ہے کہ کائنات کی تخلیق و آفرینش کے کام کو خدائے حی وقیوم پر ختم کر کے آگے زندگی کی عام حاجتوں اور ضرورتوں میں "مخلوقات" ہی کو لوگوں نے ماویٰ وملجا بنا لیا ہے سمجھا جاتا ہے کہ خدا یا خالق کو درمیان میں لائے بغیر سب کچھ ان ہی مخلوقات سے حاصل کر لیا جائے گا۔ یہ وہی قدیم مشرکانہ ذہنیت ہے جس کی شکار پرانی بت پرست قومیں ہوتی چلی آئی ہیں، بجائے "مادیت" کے اسی لئے واقعہ تو یہی ہے کہ "شرک" کی قرآنی تعبیر ہی اس "ذہنیت" کو ظاہر کرنے کے لئے مناسب ترین تعبیر ہے، حقیقت کی صحیح ترجمانی "شرک" ہی کا لفظ کر سکتا ہے مگر تفہیمی سہولتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے "روحانیت کے مقابلہ میں" مادیت" ہی کے لفظ کو میں نے اختیار کر لیا جس سے اعتقادی نہیں بلکہ صرف

"عملی مادیت"

مراد ہے یعنی عملاً وہی سب کچھ وہ بھی کر رہے ہیں جس کی توقع انکار خدا والی "مادیت" کے ماننے والوں ہی سے کی جا سکتی ہے،

آپ دیکھ رہے ہیں "روحانیت" اور "مادیت" کے اس جھگڑے کو سوچئے ان دونوں متخالف آئڈیالوجیوں میں مصالحت کی کوئی صورت کسی طرح سے کیا نکالی جا سکتی ہے؟ حال یہ ہے کہ ان میں ہر ایک مسلک کی سب سے بڑی خصوصیت ہی یہ ہے کہ جس چیز سے توڑنے کا حکم ایک میں دیا جاتا ہے دوسرے میں ٹھیک اسی سے جوڑنے پر اصرار کیا جاتا ہے "روحانیت" ہی کے سلسلہ میں یاد ہوگا کھانے تک کے متعلق یہ مطالبہ کتابوں میں پایا جاتا ہے کہ جنگل میں اپنے بچے کے گوشت کھانے پر گویا کھانے والا مجبور ہوا ہے[۱] بھوک کی تکلیف کے مٹانے میں ہر لقمہ اس احساس کے ساتھ حلق میں

---

[۱] ہندوستانی رہبانیت کی تشریح کرتے ہوئے میں نے شاید پہلے ہی نقل کیا تھا کہ "برتری کی تمنا" کرنے والے کیلئے ضرور ہے کہ غذا سے نفرت کرے اور کچھ کھائے بھی تو اس احساس کے ساتھ کھائے کہ جنگل سے گذرنے والا مسافر اپنے بچے زندہ رکھنے کے لئے اپنے بچہ کا گوشت کھا رہا ہو کتاب ہندی فلسفہ ڈاکٹر گپتا مترجمہ دارالترجمہ حیدرآباد ص۱۵۲

جہاں اتارا جاتا ہو' وہاں مخلوقات سے بے زاری کا اندازہ کرنا چاہیئے کہ کوئی حد بھی ہے روحانیت کے اس مسلک میں" مادیت" کے اس نقطۂ نظر کی گنجائش بھلا کیا پیدا ہوسکتی ہے۔ جس میں پیدا ہونے کے سوا چاہا جاتا ہے کہ سب کچھ "مخلوقات" ہی سے حاصل کرلیا جائے۔

الغرض توڑنے کی منفی کوشش اور جوڑنے کی مثبت کوشش کا تعلق ان دونوں اُنڈ یا جیوں میں ایسی دو مختلف چیزوں سے ہے کہ نہ توڑ ہی میں اشتراک کی کوئی جہت دونوں میں نکل سکتی ہے اور نہ جوڑ میں، نظریاتی جنگ کی یہ ایک ایسی شکل ہے جس کے متعلق "صلح" کا کوئی تصور ہی نہیں کرسکتا، کہنے والے جو کہتے ہیں کہ دنیا اور دین دونوں کا جمع کرنا محال ہے مراد ان کی دین سے شاید" روحانیت" کا یہی مسلک ہے، اور مادیت کے نقطہ نظر کی تعبیر شاید وہ دنیا سے کرتے ہیں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا اور دین کا مطلب اگر یہی ہے تو دنیا اور دین دونوں کو ساتھ ساتھ لے چلنے کا ارادہ خیال ہو محال ہو' جنون ہو۔ یا اس کے سوا کچھ اور ہو آپ سب ہی کچھ کہہ سکتے ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ ایسی خطرناک جنگ جس پر" صلح" کے دروازے بند' اور قطعاً بند ہیں اس پر راضی ہوجانے کے بعد بھی" روحانیت" ہو' یا" مادیت" اپنی دوسری انسانیت سوز تباہیوں کے ساتھ ساتھ یہ عجیب بات ہے کہ کس لئے؟ کے سوال کے حل میں دونوں ہی ناکامی و نامرادی ہی کے نتیجہ تک پہونچ کر دم توڑ دیتی ہیں۔ شاید پہلے بھی اس کی طرف اشارہ کرچکا ہوں۔ مطلب یہی ہے کہ انسان کے سوا کائنات میں جو کچھ ہے' روحانیت کے مسلک میں خالق کی کار فرمائیوں کے ان سارے مظاہر کو لاحاصل اور بے نتیجہ ٹھیرا دیا جاتا ہے۔ گو یا کس لئے کے سوال کے متعلق صرف انسانی وجود کے نصب العین کو متعین کرکے یعنی آدمی خدا کے لئے پیدا ہوا ہے' باقی یہاں جو کچھ بھی ہے خدا نے اس کو کس لئے پیدا کیا ہے؟ اس کا جواب" روحانیت" والے نہ دیتے ہیں اور نہ دینا چاہتے ہیں بلکہ منہ سے اقرار کریں یا نہ کریں لیکن اپنے طرزِ عمل سے وہ بھی ثابت کرتے رہتے ہیں کہ عالم اور اس کا یہ سارا انتظام اپنے اندر نہ کوئی معنی رکھتا ہے اور نہ مطلب' آخر مکان سے لباس سے غذا سے پانی سے بے زاریوں کے عام رجحانات جن کی روحانیت میں عموماً حوصلہ افزائی کی جاتی ہے'

سانس لینے کی ہوا تک سے بے نیازی کا ثبوت حبس دم وغیرہ کی طویل طویل مشقوں سے جو پیش کیا جاتا ہے، روحانیت کے ان جسم گداز، روح فرسا مہیب کڑی کڑی سخت ریاضتوں کے ہتھوڑوں چاہا جاتا ہو، نہ چاہا جاتا ہو، لیکن کائناتی حقائق کے افادی پہلوؤں پر جو چوٹیں ان سے قدرتاً پڑتی ہیں، اور معطل و مفلوج ہو ہو کر دنیا کی ہر وہ چیز اپنی قدر و قیمت جو کھو رہی ہو جن سے انسانی زندگی کی عام ضرورتوں میں عموماً کام لیا جاتا ہے، بلکہ زندگی کی ناگزیر ضرورتوں میں جن کو شمار کر لیا گیا ہے، کیا اس کا انکار کیا جا سکتا ہے آخر جہاں یہ دکھایا جا رہا ہو کہ جینے والے ان کے بغیر بھی جی سکتے ہیں اور جی رہے ہیں تو روحانیت والوں کے طرز عمل کو ان ہی چیزوں کی ضرورت کے مقابلہ میں کھلے ہوئے عملی احتجاج کے سوا خود ہی سوچئے کہ اور کیا سمجھا جائے میں یہ نہیں کہتا کہ روحانیت کے اس مسلک میں کرنے والے جو کچھ کر کر کے دکھاتے ہیں، ان کی غرض بھی یہی ہوتی ہے، لیکن جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سے تو بہر حال یہی ثابت ہوتا ہے کہ خود پیدا کرنے والے نے تو جو ہوا کو پانی کو یا اس قسم کی دوسری چیزوں کو اس لئے پیدا نہیں کیا تھا کہ آدمی ان سے نفع اٹھائے، لیکن نفع اٹھانے والوں نے اپنی طرف سے افادیت کا خود ساختہ مصنوعی پہلو ان میں پیدا کر دیا ہے۔

میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ فقط ایک انسان وجود کے متعلق کس کے لئے سوال کا حل پیش کر کے ساری کائنات اور خدا کے ساری مخلوقات کو اسی کس لئے کے سوال کے جواب میں گونگا بہرا بنا کر "روحانیت" یا "رہبانیت" میں جو چھوڑ دیا جاتا ہے، اگر یہی خالق آفریدگار کے علم و حکمت کا اعتراف و اقرار ہے، تو اسی خالق کے علم و حکمت کے انکار کی شکل آخر کیا ہوگی؟

اللہ اللہ اپنے کسی فعل و عمل پر لاحاصلی اور عبث کاری کے الزام کو جو برداشت نہیں کر سکتے ان ہی کے اندر اس فیصلے کی گنجائش کیسے پیدا ہو جاتی ہے کہ خود ان کے سوا قدرت کی ساری کار فرمائیاں لاحاصل و عبث ہیں، بلکہ الٹے ان ہی پر تیوریاں چڑھائی جاتی ہیں، جو اپنی زندگی کی ضرورتوں میں مستفید ہو کر خدا کے ان کارناموں کی قدر و قیمت کو ہویدا اور نمایاں کرتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ "مادیت" کا مسلک بجائے خود جس لعنت و ملامت کا بھی مستحق ہو لیکن کائنات کے ذرہ ذرہ میں پیدا کرنے والے خالق کی دانائیوں اور اس کی حکیمانہ مصلحتوں کی جستجو و تلاش جو کم از کم مادیت کی جدید ذہنیت کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت ہے، اس نقطۂ نظر سے تو بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ رہبانیت اور روحانیت والوں کے مقابلہ میں مادیت والوں ہی کی پیٹھ ٹھونک دی جائے۔ مگر یہ سوچ کر ہاتھ رک جاتا ہے کہ جس چراغ کی روشنی میں "مادیت" والے ہر چیز کا مطلب خود بھی سمجھ رہے تھے اور دوسروں کو بھی سمجھا رہے تھے ان کی اسی "اسٹڈ یالوجی" میں اچانک اسی چراغ کو گل کر کے رکھ دیا جاتا ہے، مطلب میرا یہی ہے کہ انسانی وجود کو بے معنی، اور بے مطلب ٹھہرا کر آپ دیکھ چکے کہ روشنی میں لانے کے بعد کتنی بے دردیوں کے ساتھ ساری کائنات کو اچانک مادیت کا نقطۂ نظر اندھیرے، گھپ اندھیرے میں ڈھکیل دیتا ہے عرض ہی کر چکا ہوں کہ مادیت میں "کبوتر کا وہی پر" نوچ لیا گیا ہے جس میں دلبر کا نامہ بندھا ہوا تھا، آخر دنیا کی چیزیں انسانی ضرورتوں ہی میں تو کام آ کر اپنی قدر و قیمت کو ثابت کر رہی ہیں جب انسانی وجود ہی کو بے قیمت بنا کر "مادیت" میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو دنیا کی کسی چیز کی قدر و قیمت کا معیار ہی کیا باقی رہا۔ سب کچھ انسان کے لئے اور انسان کسی کے لئے نہیں تو نتیجہ منطقی یہی تو نکلا سب کچھ کسی کے لئے نہیں مختلف پیرایہ میں مسلسل اس مسئلہ کو سمجھاتا چلا آ رہا ہوں کہ آدمی کس لئے ہی؟ اس سوال کے جواب سے خاموشی کے ساتھ ہی عالم کا یہ سارا نظام ہی گونگے کا خواب اور "نظام باطل" بن کر رہ جاتا ہے" یہی جوہری روگ ہے مادیت کی ملعون ذہنیت کا ہی جس کی بدولت سب کچھ ہوتے ہوئے زندگی کا مادی قالب "کچھ بھی نہیں" بن کر رہ جاتا ہے گھوڑے والی وہی مثال امام غزالی کی صادق آتی ہے کہ گھوڑا سمند بھی ہے، سیاہ زانو بھی ہے، پنج کلیان بھی ہے لیکن مرا ہوا ہے یہی "مادیت" کا "پائے طاؤس" ہے، جسے دیکھ کر اس کا "طاؤسی سر" ندامت سے جھک جاتا ہے یا چاہیے کہ وہ جھک جائے۔

آخر روحانیت کچھ بھی ہو، لیکن انسانیت کی گلیم کو تو مستی کے اس بحر بے کراں کی موجوں سے

باہر نکال لینے کی کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا جاتا، لیکن مادیت تو انسان اور انسان کے ساتھ سارے عالم کو لپیٹے ہوئے لاحاصلی کے اتھاہ سمندر میں لے جا کر بیٹھ جاتی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ دنیا کیوں اور کس لئے پیدا ہوئی تھی، ہم اس دنیا میں کس لئے لائے گئے تھے؟

"مادیت" اور "روحانیت" کے باہمی موازنہ کے مسئلہ کو آئندہ کسی مناسب و موزوں مقام پر ہم بیان کریں گے اس باب میں جو قرآنی نقطہ نظر ہے اسے ہم پیش کریں گے، سردست اتنا اشارہ کافی ہے در حقیقت گفتگو یہ ہو رہی تھی کہ اتنی نشہ بہ نظر یاتی کش مکش میں اپنے آپ کو الجھا دینے کے بعد بھی جسے دنیا کی کوئی منطق سلجھا نہیں سکتی، روحانیت والے ہوں، یا مادیت والے دونوں ہی کے دونوں کائنات کی مقصدیت کی کامل توجیہ یعنی وہی کس لئے کے سوال کے ایسے جواب کے پانے میں قطعاً ناکام ہیں، جو انسان اور ماوراء انسانی حقائق و موجودات سب ہی پر منطبق ہو، ہر ایک کے متعلق سمجھ میں آجائے کہ پیدا کرنے والے نے اس کو کس لئے پیدا کیا ہے متعین ہو جائے کس نصب العین کی تکمیل ان کے وجود سے ہوتی ہے، مگر کیا کیجئے کہ اسی ذہنی تناقض کی دماغی کوفت کو خود بخود ختم ... "مادیت" بھی سرپٹک رہی ہے اور روحانیت کہئے "یا رہبانیت" اسی جال کے اندر تڑپنے اور پھڑکنے پر مجبور رہے،

اب آئیے، ان دونوں آئیڈیالوجیوں کے مقابلہ میں انسانی زندگی ہی کے تیسرے قالب کو آپ کے سامنے رکھا جاتا ہے،

یہ اسلامی نظام زندگی ہے، حقیقی نام تو اس کا "الاسلام" ہے لیکن "مادیت" اور "روحانیت" کے معاملہ میں جی چاہے تو "اسلامیت" یا "اسلام" کے الفاظ سے بھی اس کی تعبیر کر لیجئے۔ آدمی کی زندگی کا یہ اسلامی نظام جب کہ دنیا جانتی ہے قرآن میں پیش کیا گیا ہے۔ لیکن خود قرآن میں زندگی کے ان تینوں طریقوں کے متعلق جو آگاہی بخشی گئی ہے، دوسرے مباحث سے پہلے مناسب ہے کہ اسی کو سمجھ لیا جائے۔

واقعہ یہ ہے کہ "روحانیت" جسے قرآن میں "رہبانیت" کا نام دیا گیا ہے اس کا ذکر کرنے

ہوئے جیسے

رَھْبَانِیَۃَ اِبْتَدَعُوْھَا مَا کَتَبْنَاھَا عَلَیْھِمْ (حدید)

رہبانیت (کا طریقہ) جسے لوگوں نے خود ہی تراش لیا ہے ان پر اسکا مطالبہ ہم نے عائد نہیں کیا۔

کا مشہور اعلان کیا گیا ہے اسی طرح رہبانیت کے بالکل برعکس جینے کا وہ طریقہ جس میں ان مخلوقات کو جو خود اپنے اندر اپنا کچھ نہیں رکھتے ان کو تو سب کچھ سمجھ لیا جاتا ہے اور خالق جس کا سب کچھ ہے اسی سے کتراتے ہوئے (ورنہ زندگی کے سارے کاروبار میں عملاً اسی کو کچھ ایسے طریقہ سے نظرانداز کرتے چلے جانا کہ گویا وہ "کچھ نہیں" بن کر رہ گیا ہے۔ جو قدیم ہو یا جدید مشرکانہ ذہنیت کی مشترکہ خصوصیت ہے اسی کے متعلق قرآن میں پوچھا گیا ہے۔

اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْھِمْ سُلْطَانًا فَھُوَ یَتَکَلَّمُ بِمَا کَانُوْا بِہٖ یُشْرِکُوْنَ (روم)

کیا ان پر ہم نے کوئی سلطان (دلیل) نازل کیا ہے وہی دلیل بولتی ہے ان چیزوں کو جنھیں وہ خالق کا شریک ٹھہراتے ہیں،

یا اس کے قریب قریب

اَمْ اٰتَیْنَاھُمْ کِتٰبًا فَھُمْ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْہُ

کیا ہم نے ان کو کوئی نوشتہ دیا ہے اسی لئے اپنے آپ کو کھلی دلیل کی روشنی میں پاتے ہیں۔

وغیرہ سوالات کے ساتھ ان ہی "مخلوقات" کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جنھیں مشرکانہ زندگی میں سب کچھ ٹھیرالیا جاتا ہے، اس قسم کے مطالبات مختلف پیرایوں میں بکثرت کئے گئے ہیں مثلاً

اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَا اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (الاحقاف)

دکھاؤ مجھے ان چیزوں نے جنھیں تم شریک ٹھیراتے ہو، انھوں نے زمین کی کسی چیز کو پیدا کیا یا ان کا ساجھا آسمانوں میں ہے لاؤ کوئی نوشتہ جو پہلے نازل ہوا ہو یا علم جو چلا آتا ہو ان کے ہاں اگر تم سچے ہو،

یا ان ہی سے دریافت کرتے ہوئے پوچھا گیا ہے کہ

قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا (الانعام) — کہو کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو نکالو اس علم کو ہمارے آگے کے لئے

اس نوعیت کی تحدیوں یا چیلنج پہ چیلنج کے بعد خود ان کو بھی جنھیں اس مشرکانہ نقطۂ نظر کے مطابق زندگی بسر کرنے پر اصرار ہے قرآن اس قسم کے الفاظ سے چونکاتا چلا گیا ہے کہ

إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ (الفاطر) — نہیں پیچھے چل رہے ہو تم لوگ مگر صرف خیالی گمان کے اور نہیں تم لوگ مگر یہ کہ صرف اٹکل پچو کام لے رہو

اور دوسروں کو بھی آگاہ کرتے ہوئے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ

بَلْ إِنْ يَعِدُ الظَّالِمُونَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا إِلَّا غُرُورًا (الفاطر) — بلکہ (نظریہ شرک کے متعلق واقعاتی حدود) سے ہٹنے والے باہم ایک دوسرے کو نہیں امیدوار بنا رہے ہیں مگر صرف فریب کا

حاصل سب کا یہی ہے کہ رہبانیت اور روحانیت جیسے زندگی کا کوئی قدرتی دستور آئین نہیں ہے بلکہ اپنے ذاتی رجحانات ذہنی افتاد یا اتفاقاً پیش آنے والے حوادث وحالات کے زیر اثر تراشنے والوں نے جینے کا ایک مصنوعی، غیر فطری طریقہ خود ہی تراش لیا ہے یہی حال اس مشرکانہ مادی زندگی کا بھی ہے جس میں "نظریہ شرک" آدمی کو مبتلا کر دیتا ہے۔ قرآن نے چیلنج کیا ہے کہ نہ تو علم کے حکیمانہ اور سائنٹیفک معیار پر جانچی اور پرکھی ہوئی کوئی حقیقت مشرکانہ نظام زندگی میں ڈھونڈھنے والوں کو کبھی مل سکتی ہے اور استناد و اعتماد کی قدرتی ضمانت وحی والہام کی لاہوتی راہ سے مکشوفات معلومات میں جو پائی جاتی ہے اسی کی ضمانت اس خواہ مخواہ کے بے بنیاد وسوسہ کو میسر آ سکتی ہے جس میں مبتلا ہو کر باور کرنے والے باور کر لیتے ہیں کہ جس کا سب کچھ ہے وہی عملاً کچھ نہیں ہے اور جن میں خود اپنا کچھ نہیں ہوتا وہی سب کچھ بن بیٹھے ہیں اور ہے بھی بجائے خود یہ اتنی بودی پھسپھسی مضحکہ خیز، تبسم انگیز بات کہ وحی والہام کی طرف انتساب کا دعویٰ ہی اس کی تردید اور یہ ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اتنا بے بنیاد وسوسہ یا وہم خدائے علیم خبیر

کا نجتا بجز اعلم نہیں ہو سکتا، عقل بے چاری ہر بھلی بری بات کی تائید اور جذبات احساسات کی وکالت میں لاکھ بدنام سہی، لیکن ایسے بے معنی دعوی کی برداشت کی گنجائش بتایئے کہ اس فریب میں بھی کیسے پیدا کی جائے۔ کسنا اور کس کر دکھانا تو خیر دور کی بات ہے، سچ تو یہ ہے کہ ایسے دانش سوز عقل گداز وسوسہ کو تجربہ اور مشاہدہ کی حکیمانہ دعلمی کسوٹی پر کسنے ہی کا بھلا کوئی تصور بھی کر سکتا ہے؟ خدا کا انکار کر کے تو خیر بنانے والے کچھ الٹی سیدھی باتیں بنا بھی سکتے ہیں، لیکن مشرکانہ طریقہ فکر جس میں خدا کا انکار بھی تو نہیں کیا جاتا یہی مانا جاتا ہے کہ یہاں جو کچھ ہے سب خدا ہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور اسی صورت میں بتایا جائے کہ فرض وتخمین کی ایک اٹکل پچو بات ظن اور گمان کے سوا اوہام و وساوس کی ان تھپیڑوں کی توجیہ اور کیا کی جائے جن سے "مشرکانہ ذہنیت" ٹکرا کر جو کچھ نہیں ہے اسی کو سب کچھ اور جو سب کچھ ہے اسی کو "کچھ نہیں" ٹھہرانے کی ابلہ فریبیوں میں خود مبتلا ہے اور دوسروں کو بھی مبتلا کرتی چلی آ رہی ہے۔

بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا	بلکہ (واقعات کی حدود سے ہٹ کر زندگی بسر کرنے والے) ظالمین باہم ایک دوسرے کو نہیں امید وار ٹھہرا رہے ہیں مگر صرف فریب کار
(الفاطر)	

کے سوا اور کن لفظوں میں آخر کاروبار کے اس سارے نظام کی روداد قرآن پیش کرتا جو شرک کی راہوں میں انجام دیے جاتے ہیں اسی سلسلہ میں مشرکوں ہی کو خطاب کر کے قرآن میں مطالبہ کیا گیا ہے۔

فَاْتُوْا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ	لاؤ اپنے فکر و عمل کی صداقت پر کوئی سلطان مبین یعنی کھلی دلیل

اور اس کے ساتھ اس واقعہ کا بھی اظہار و اعلان کر دیا گیا ہے کہ

مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ	نہیں اتارا ہے اللہ نے اس کے متعلق کوئی سلطان یعنی دلیل

جہاں تک میرا خیال ہے ایسی بات جو انسانی عقل و احساس پر مسلط ہو کر اس طریقہ سے چھا جائے۔ کہ اس کے ماننے پر آدمی بے بس ہو جائے قرآنی اصطلاح کی رو سے اسی نوعیت کے دلائل کی تعبیر "سلطان"

کے لفظ سے کی گئی ہے۔ بظاہر اس پیرایۂ بیان سے ادھر توجہ دلانا مقصود ہے کہ زندگی بہرحال زندگی ہے، وہ کوئی ہنسی مذاق، کھیل کود، لہو ولعب نہیں ہے کہ من مانے خود تراشیدہ خیالات واوہام کے نیچے بہنے اور بہانے کے لئے حیاتی توانائیوں کے اس انمول قیمتی سرمایہ کو چھوڑ دیا جائے" سلطان" کے لفظ سے قرآن چونکانا چاہتا ہے اور اس احساس کو دلوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے کہ جو قدم بھی اس زندگی میں اٹھایا ہے چاہیئے کہ "سلطانی دلائل" ہی کی روشنی میں اٹھایا جائے، اور تسکہ ہے کہ "نزول قرآن" کے بعد نظر وفکر کے اس سلطانی کہیے یا قرآنی طریقہ پر اصرار کا مذاق روز بروز شدت پذیر یا اور اپنے دائرے کو وسیع کرتا چلا جا رہا ہے تعلیم کا نیا مغربی نظام اپنی جوہری کوتاہیوں بلکہ بعض انسانیت گداز خصوصیتوں کے ساتھ ساتھ سلطانیت کے مذاق کو آگے بڑھانے میں جو کام کر رہا ہے اس کا انکار میرے نزدیک تو ایک حقیقت اور واقعہ کا انکار ہوگا مگر کیا کیجے مغربی تمدن وتہذیب کی بہت سی خوبیوں کے ساتھ جب بقول شخصے

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

کے پہلو پر نظر پڑتی ہے تو دل تڑپ اٹھتا ہے سب کچھ سوچا جا رہا ہے۔ ہر مسئلہ پر بحث کا دروازہ کھول دیا گیا ہے لیکن زندگی کے بنیادی سوالوں ہی کی طرف سے دوسرے تو دوسرے خود یورپ وامریکہ والے بھی غفلت یا تغافل ہی سے کام لے رہے ہیں تاہم پہلے بھی عرض ہی کر چکا ہوں کہ حال کی تاریکی کے پیچھے میری ایمانی بصیرت وفراست کسی روشن مستقبل کو دیکھ رہی ہے، مجھے امید ہے کہ اس قسم کی بادر ہوا وسواسی باتوں کا زور کم تو ہوتا ہی جا رہا ہے مگر زیادہ دور نہیں ہے وہ دن کہ ہمیشہ کے لئے یہ زور ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہو جائے یعنی وہی باتیں جن کے چرچا کرنے والے تو ہر جگہ مل جاتے ہیں لیکن جب پوچھا جاتا ہے کہ کسی نے ان کو دیکھا بھی ہے تو ہر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگتا ہے، یا زیادہ سے کسی انفرادی شخصیت کا سپنا یا خواب یا افراد ہی کے اتفاقی ونفسیاتی کرشموں کے ان آثار کو پیش کر دیا جاتا ہے جن میں یقین سے زیادہ شکوک اور شبہات ہی کے حیاتیم بھنبھناتے رہتے ہیں توقع تو یہی ہے کہ ایسی پارینہ کتابیں جن کی قدیم تعبیروں میں امتداد زمانہ سے ہر مفہوم اور ہر مطلب کے نکالنے کی گنجائش پیدا ہو گئی ہے ان ہی غیر سلطانی مبہم فقروں سے نکالے ہوئے مشکوک ومشتبہ نتائج پر بھروسہ کر کے آدم کی اولاد زیادہ دن تک

اپنی زندگی سے کھیلتی نہ رہے گی" اور قرآنی مطالبہ

فَأْتُوا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ اور لاؤ (مشرکانہ کاروبار کی صداقت پر) کوئی سلطان مبین یعنی کھلی دلیل

پر دھیان دینے کے لئے آج نہیں تو کل انشاء اللہ دنیا آمادہ ہوجائے گی"[۵]

یہ تو خیر ایک ضمنی بات تھی میں یہ کہہ رہا تھا کہ ایک طرف "رہبانیت کہئے یا "روحانیت" اور نظریہ شرک والی "مادیت" دونوں ہی لوگوں کا ساختہ پرداختہ خود آفریدہ وتراشیدہ مصنوعی طریقہ حیات قرار دیتے ہوئے جہاں قرآن میں

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ قطعاً اللہ کے پاس دین "الاسلام" ہی ہے

کا اعلان کیا گیا ہے،

جس کا مطلب یہی ہے کہ "رہبانیت" اور "مادیت" ان دونوں مصنوعی خود ساختہ ائیڈیالوجیوں کے مقابلہ میں آدمی کی زندگی کا ایسا قدرتی دستور جس کی پابندی کا مطالبہ اللہ یعنی خالق کائنات کے پاس سے کیا گیا ہے۔ وہ اسلام اور صرف اسلام ہی ہے۔ (باقی)

---

۵ اس موقعہ پر میرے قلم سے یہ چند فقرے گرچہ بطور جملہ معترضہ ہی کے نکل پڑے ہیں، مگر اسی کے ساتھ ایک مسئلہ کی طرف ضمنی اشارہ بھی مقصود ہے یعنی قرآن میں مشرکانہ نقطۂ نظر کے متعلق بار بار دہرا دہرا کر یہ چیلنج جو کیا گیا ہے کہ وحی والہام کی راہ سے معلومات مختلف زمانہ میں جو قوموں میں اشاعت پذیر ہوئے ہیں۔ ان میں بھی کوئی توثیقی شہادت "نظریہ شرک" کی تصحیح میں پیش کرنے والے پیش نہیں کرسکتے۔ آج دنیا میں الہامی کتابوں کے نام سے جو کتابیں مشہور ہیں۔ باوجود مشتبہ ومشکوک ہونے کے یہ واقعہ ہے کہ بنیادوں کی تعلیم بھی مسئلہ توحید ہی پر رکھی گئی ہے اسی لئے ان کتابوں کے ماننے والے توحید ہی کو اپنا دینی عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن جیسا کہ میں عرض کرچکا ہوں توحید کے بعد عموماً دیکھا گیا ہے کہ قوموں میں مشرکانہ ذہنیت کی وبا پھوٹ پڑی حد یہ ہے کہ قرآن پر ایمان لانے والی امت بھی اس وبائی حادثہ سے محفوظ نہ رہ سکی اسکے بعد تاویل وتوجیہ کی جا بجا دستوں سے عموماً کام لینے والوں نے کام لیا ہے جب قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ مشرکانہ کاروبار کی گنجائش پیدا کرلی گئی تو دوسری الہامی کتابوں کے سننے والوں پر یہی افتاد اگر پڑی تو اس پر تعجب کیوں کیا جائے لیکن آدمی کا ضمیر بہرحال جب زندہ ہوجاتا ہے تو تاریکیوں کے یہ بادل چھٹ جاتے ہیں اور قرآن کا یہ چیلنج بھی اصل حقیقت سے تعلق رکھتا ہے ورنہ تاویل وتوجیہ کے رو سے تو کافی کتاب کو بھی لوگوں نے تصوف کی کتاب ثابت کرکے دکھایا ہے ۱۲